حسد سے نجات؟

ڈاکٹر تابش مہدی

'حسد' عربی کا لفظ ہے۔ اس کے لُغوی معنی کینہ، جلن، ڈاہ، بدخواہی یا کسی کا زوال چاہنے کے ہیں۔ اِصطلاحِ عام میں حسد اُن خدادادنعمتوں اور ترقیات و بلندیِ مدارج کے زوال یا ان کے اپنی طرف منتقلی کی آرزو وتمنا یا سعی وکوشش کو کہتے ہیں، جو کسی ہم پیشہ، پڑوسی یا ہم عصر کو علم وہُنر، دولت وثروت، عہدہ ومنصب، عزت ونام وری یا کاروبار وتجارت کے طور پر حاصل ہوئے ہوں۔ یہ نہایت رذیل اور بدترین خصلت ہے۔ یہ بیماری پست ذہن وفکر رکھنے والوں کے اندر ہی پائی جاتی ہے۔

یہ خصلت کسی کی ترقی وشہرت، کامیابی ومقبولیت، مقام ومنصب کی بلندی اور عام انسانوں میں اس کی عزت ونام وری کے نتیجے میں پروان چڑھتی ہے۔ اس لیے کہ حاسد اپنے یا اپنے متعلقین کے علاوہ کسی کی عزت وسرخ روئی یا ترقی وبلندی کو برداشت نہیں کر پاتا۔ وہ ہر قسم کی عزت وسرخ روئی یا ترقی وسربلندی کا مستحق صرف اور صرف خود کو سمجھتا ہے۔ اس وجہ سے وہ 'محسود' [جس سے حسد ہو] میں طرح طرح کے عیب نکالتا ہے، اس کی خوبیوں اور ہنرمندیوں کو خامیوں سے تعبیر کرتا ہے۔ اس کی نیکی، تقویٰ اور حسنِ اخلاق وکردار کو ریاکاری، خود پسندی اور نام ونمود کا مظہر قرار دیتا ہے۔ اس کے علمی وفکری کارناموں اور قومی وملّی خدمات کے حوالے سے لوگوں کو طرح طرح سے بدگمان کرتا ہے۔ اس کے بارے میں لوگوں کی آرا خراب کرتا ہے۔ اس لیے کہ خود وہ ان اعلیٰ محاسن وفضائل تک نہیں پہنچ پاتا۔ وہ چاہتا ہے کہ 'محسود' کے سلسلے میں ایسی فضا بنا دے کہ لوگ اس سے نفرت کرنے لگیں اور چھوٹا یا بڑا جو مقام ومرتبہ اس کو ملا ہے، وہ چِھن جائے۔ وہ ہر وقت اپنی تمام تر صلاحیتوں کو

'محسود' کو زیر و پست کرنے میں صرف کرتا ہے۔ وہ یہ بھول جاتا ہے کہ عزت و ذلت اور ترقی و تنزل اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت صاف اور واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے:

> قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۲۶ (اٰلِ عمرٰن ۳:۲۶) کہو: اے اللہ! ملک کے مالک! تو جسے چاہے حکومت دے اور جس سے چاہے چھین لے، جسے چاہے عزت بخشے اور جس کو چاہے ذلیل کردے۔ بھلائی تیرے اختیار میں ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

حسد کا مرض انسان میں اُس اعتقادی کم زوری کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے، جو اسلامی زندگی کی روح اور اساس ہے۔ وہ یہ کہ تمام تر خوش حالی و بدحالی اور پستی و بلندی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ وہی انسان کو بدحالیوں سے نجات دیتا ہے اور خوش حالیوں، مسرتوں اور شادکامیوں سے ہم کنار کرتا ہے۔ اِسے قرآنِ مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

> وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۱۷ (الانعام ۶:۱۷) اگر اللہ تمھیں کسی قسم کا نقصان پہنچائے تو اس کے سوا کوئی نہیں، جو تمھیں اس نقصان سے بچاسکے اور اگر وہ تمھیں کسی بھلائی سے بہرہ مند کرے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

حسد اور رشک

کبھی کبھی لوگ اپنی کم فہمی، لاعلمی اور کج روی کی وجہ سے حسد اور رشک کو ایک ہی خانے میں رکھ کر طرح طرح کی بے جا اور بعید از فہم تاویلیں کرتے ہیں اور یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ حسد نہیں ہے۔ حالاں کہ حسد ایک روحانی بیماری ہے، جو انسان کے اندر بزدلی، پست ہمتی، کم ظرفی اور پست وارذل ماحول میں رہنے، پلنے بڑھنے اور پروان چڑھنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، جب کہ رشک ایک صالح اور پاکیزہ جذبہ ہے، جو کسی کے اندر صالح و پاکیزہ

تربیت، ذہنی وفکری بلندی اور معیاری خاندانی اثرات سے پیدا ہوتا اور پروان چڑھتا ہے۔ اِسے ہم چراغ سے چراغ جلنے یا جلانے سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔ رشک وہ اعلیٰ جذبہ ہے، جس کی وجہ سے انسان کسی پڑوسی، ہم سایے، ہم پیشہ یا ہم عصر کی ترقی و بلندی اور رفعت وعظمت کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور وہ یہ جاننے کے لیے بے چین اور مضطرب ہوجاتا ہے کہ اُسے جو ترقی اور خوش حالی نصیب ہوئی ہے، اس کے لیے اُسے کیا کیا کرنا پڑا ہے اور وہ کن مراحل سے گزر کر اس مقامِ بلند تک پہنچا ہے۔ یہ سب جان لینے کے بعد وہ بھی محنت ومشقت اور سعی و کاوش کر کے خوشی ومسرت، شہرت ونام وری اور خوش حالی ونیک نامی کے اس مقام بلند تک پہنچنا یا پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ کسی کو پست وذلیل یا زوال پزیر کرنے کا نہیں، بل کہ اعلیٰ ظرفی، بلند ہمتی اور روحانی طہارت و پاکیزگی کا جذبہ ہے۔ اسلام نے اِس جذبے کی تحسین بھی کی ہے اور ترغیب بھی دی ہے۔ قرآنِ مجید میں اِسے تنافس سے تعبیر کیا گیا ہے:

وَ فِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنٰفِسُوْنَ ۲۶ (المطففین ۸۳:۲۶) جو لوگ دوسروں پر بازی لے جانا چاہتے ہوں، وہ اس چیز کو حاصل کرنے کی بازی لے جانے کی کوشش کریں۔

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ (البقرہ ۲:۱۴۸) پس تم بھلائیوں کی طرف سبقت کرو۔

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ (الحدید ۵۷:۲۱) دوڑو اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اپنے رب کی مغفرت کی طرف۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک بہت مشہور حدیث ہے کہ ایک بار غریب ومفلس مہاجرین کی ایک جماعت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ عرض کی: یارسول اللہ! مال دار وخوش حال لوگ مرتبے میں ہم سے آگے بڑھتے جارہے ہیں۔ وہ لوگ ہماری ہی طرح نمازیں پڑھتے ہیں، ہماری ہی طرح روزے رکھتے ہیں، لیکن ان سب کے ساتھ ساتھ چوں کہ وہ اربابِ ثروت ہیں، اس لیے وہ حج بھی کر لیتے ہیں، عمرہ بھی کر لیتے ہیں اور جب جہاد کا وقت آتا ہے تو وہ مال و دولت سے بھر پور مدد کرتے ہیں، صدقہ وخیرات کرتے ہیں اور ضرورت پڑنے پر غریبوں، مفلسوں اور حاجت مندوں کی بھی امداد کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ ہم ان پر سبقت نہیں حاصل کر سکتے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کی اُس جماعت کی بات سنی اور ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو ایسا عمل نہ بتادوں، جس سے تم بھی ان سب کے برابر ہوجاؤ، تم اپنے پیچھے رہنے والوں سے بہت آگے بڑھ جاؤ، اور تمھاری برابری اُن لوگوں کے سوا کوئی نہ کرسکے جو وہی عمل کریں، جو میں تمھیں بتانا چاہتا ہوں؟ سب نے خوشی خوشی بہ یک زبان کہا: کیوں نہیں، اے اللہ کے رسولؐ! ضرور ارشاد فرمائیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شوق وطلب کو دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا: ہر فرض نماز کے بعد ۳۳، ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللہِ، اَلْحَمْدُلِلّٰہِ اور اللہُ اَکْبَرُ کہہ لیا کرو۔ (بخاری مسلم، بیہقی، کتاب الصلوٰۃ، باب مایقول بعد السلام، حدیث: ۳۴۸)

یہ حدیث اپنے عہد کے نام ور عالم حدیث امام محی الدین النّوویؒ نے صحیحین کے حوالے سے اپنی مشہور کتاب ریاض الصالحین میں کتاب الاذکار کے باب فضل الذکر والحث علیہ میں نقل کی ہے۔ تاریخ وسیرت کی کتابوں میں سیکڑوں ایسے واقعات ملتے ہیں، جن سے پتا چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں صدقات وخیرات اور نیکی وتقویٰ کے سلسلے میں باہم رشک وتنافس پایا جاتا تھا اور وہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہتے تھے۔ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق اور سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی اکثر خیر اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش میں رہتے تھے۔ مذکورِ بالا آیات، احادیث اور واقعات سے اِس نتیجے تک پہنچنا مشکل نہیں رہتا کہ اچھائی اور نیکی کے کاموں میں رشک وتنافس اور ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کا جذبہ، ایک محمود واَحسن جذبہ ہے۔ اِس سے انسان کے بلندیِ درجات کا اندازہ ہوتا ہے۔

حاسد دوسروں کو حاصل شدہ دولت ونعمت کا بدخواہ ہوتا ہے۔ اس دولت ونعمت کے سلسلے میں وہ لوگوں میں طرح طرح کی بدگمانیاں اور شکوک وشبہات پھیلاتا ہے، حتیٰ کہ وہ اس سلسلے میں فرضی اور من گھڑت واقعات عام کرنے سے بھی نہیں چوکتا۔ اس کی ساری کوشش صرف اور صرف یہ ہوتی ہے کہ 'محسود' ذلیل وخوار ہو، اس کی شہرت و نام وری میں بٹّا آجائے، اس کی عزّت وعظمت مشکوک اور اس کی شخصیت و خاندانی شرافت داغ دار ہوجائے۔ خواہ خود حاسد کو وہ دولت ونعمت، عزت وعظمت اور شہرت و نام وری مل سکے یا نہ مل سکے۔ حاسد کا یہ رویہ دراصل اللہ تعالیٰ کی

حکمت ومصلحت پر عدم اعتماد ویقین کا مظہر ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں ہم اُسے (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کا حریف ومدمقابل بھی کہہ سکتے ہیں۔

اسلام میں حسد کی مذمت

اسلام امن وسکون اور خیر وخیر خواہی کا علم بردار ہے۔ وہ انسانی معاشرے کو سعید وخوش گوار دیکھنا چاہتا ہے۔ اس کے لیے اس نے انسان کو اخلاقیات اور معاشرتی آداب سے آشنا و باخبر کیا ہے اور پوری انسانی برادری کو لاضرو لاضرار (کوئی بھی انسان کسی انسان کو چھوٹے سے چھوٹا یا بڑے سے بڑا نقصان نہ پہنچائے) کا درس دیا ہے اور بتایا ہے کہ ایک اِنسان کو دوسرے انسان کے لیے رنج وغم اور دُکھ درد کا علاج، اس کے آرام وراحت کا سامان اور ایک دوسرے کے لیے محبت واخوت کا پیکر ہونا چاہیے۔ اسلام اس بات کو قطعی پسند نہیں کرتا کہ معاشرے میں حسد یا جلن کی آگ بھڑکے اور اس کے اثر سے پورا معاشرہ نفرت وتعصب اور جوڑ توڑ کی آماج گاہ بن جائے۔

اسلام نے حسد کی اخلاقی برائی اور اس کی شناعت کو واضح اور واشگاف انداز میں بیان کرکے انسان کو اس کی ہلاکتوں اور تباہیوں سے خبردار کیا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَاتَحَاسَدُوْا وَلَاتَبَاغَضُوْا وَلَاتَقَاطَعُوْا وَلَاتَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللهِ اِخْوَانًا (مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب النہی عن التحاسد، حدیث ۴۷۴۸) آپس میں بغض وحسد، قطع تعلق اور ترکِ معاونت نہ کرو۔ اللہ کے بندو! تم اخوت ومحبت کے ساتھ رہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دَبَّ اِلَيْكُمْ دَاءُ الْأُمَمِ قَبْلَكُمْ الْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ ___ اَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِشَىْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوْ السَّلَامَ بَيْنَكُمْ (ترمذی کتاب صفۃ القیامۃ، حدیث ۲۴۹۴) تم سے پچھلی امتوں کی بیماریوں میں سے بغض وحسد کی بیماری تمھارے اندر سرایت کرگئی ہے۔ کیا میں تمھیں کوئی ایسی چیز نہ بتاؤں، جو تمھارے اندر محبت

پیدا کردے؟ وہ یہ ہے کہ تم باہم سلام کو عام کرو۔

اللہ تعالیٰ نے جب پہلے انسان ابوالابا حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی، اُنھیں نبوت کے اعلیٰ مقام سے سرفراز فرمایا اور جنّ وملک کو حکم دیا کہ سب اُنھیں سجدہ کریں، تو سب نے حکمِ الٰہی کی تعمیل میں سجدہ کیا۔ بس ایک ابلیس تھا جو حسد کی آگ میں جل اُٹھا اور سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور اللہ کی نافرمانی پر اتر آیا۔ اُسے یہ بات نہ بھائی کہ ایک مٹی کے پیکر کو اتنا بلند مقام ملے کہ اُسے جن و ملک سجدہ کریں۔ اس کے نتیجے میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ذلیل، رسوا اور راندۂ درگاہ قرار پایا۔ اس کا بیان قرآنِ مجید میں بہت واضح طور پر آیا ہے:

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۳۴ (البقرہ ۲:۳۴) پھر جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کے آگے جھک جاؤ، تو سب جھک گئے، مگر ابلیس نے انکار کیا، وہ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں پڑ گیا اور نافرمانوں میں شامل ہو گیا۔

ابلیس نے جو رویہ اختیار کیا، حسد، جلن اور اپنے آپ کو آدم کے مقابلے میں اعلیٰ و برتر سمجھنے کے ہی نتیجے میں اختیار کیا۔ وہ اس مقامِ بلند کا مستحق خود کو سمجھتا تھا۔ دراصل انسان جب کسی کی عظمت و بلندی، عزت وشہرت یا ترقیِ درجات سے جلتا ہے تو اس میں یہی جذبہ کارفرما ہوتا ہے کہ یہ شخص اس کا مستحق نہیں ہے۔ وہ یہ بات بھول جاتا ہے کہ اسے جو کچھ بھی حاصل ہے، وہ محض اللہ کا عطیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے جو کچھ دیا ہے، وہ مستحق وحق دار سمجھ کر ہی دیا ہے۔ وہ جس کو مناسب سمجھتا ہے، دیتا ہے اور جسے نہیں چاہتا، اُسے نہیں دیتا۔ اس کے ہاں سفارش کا کوئی سلسلہ نہیں ہے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ جو شخص کسی کی ترقی وکامیابی سے جلتا یا حسد کرتا ہے گویا وہ خود کو (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ سے زیادہ عقل وفہم والا سمجھتا ہے۔

'حسد' اسلامی مزاج کے منافی ایک شیطانی جذبہ ہے۔ یہ یہود ونصاریٰ کی خصلتوں میں سے ہے۔ یہ انسانیت سے گری ہوئی ایسی خصلت ہے، جس سے ہر مسلمان کو بچنا اور بچنے کی دعا کرنی چاہیے۔ حسد بڑی خاموشی سے دلوں میں گھر کر لیتا ہے۔ حسد کا مریض کبھی کبھی یہ باور کر لیتا ہے کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے، اظہارِ حق کے طور پر اور عدل وانصاف کے تقاضوں کے پیشِ نظر کر رہا ہے۔ لیکن اگر وہ تنہائی

میں بیٹھ کر اللہ کو حاضر و ناظر اور آخرت میں اس کے حضور جواب دہی کے احساس کے ساتھ سوچے اور غور کرے تو اس پر یہ حقیقت واضح اور منکشف ہوجائے گی کہ وہ بڑی مہلک روحانی بیماری کا شکار ہے۔

'حسد' احساس کم تری، متعلقہ میدان میں حاسد کی ناکامی و نامرادی اور کسی دیرینہ کدورت کی وجہ سے جنم لیتا ہے۔ احساسِ برتری، کبر و نخوت اور خود پسندی و خود بینی بھی حسد کا مظہر ہے۔ انسان کی تنگ نظری و بخل مزاجی بھی حسد کا سبب بنتا ہے۔ تنگ نظر و بخیل کسی کو اچھے حال میں نہیں دیکھ سکتا۔ وہ اپنے ہم سفروں، ہم جماعتوں اور پڑوسیوں کی پریشانی و بدحالی پر دل ہی دل میں شاد و مسرور ہوتا ہے۔

کبھی کبھی یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ لوگ کسی بھوکے کو کھانا کھلا دیتے ہیں اور اگر اس کے پاس پہننے کے لیے کپڑے نہیں ہیں تو کپڑوں کا انتظام کر دیتے ہیں، لیکن جب اُس شخص کی خستہ حالی، پریشانی اور مفلسی ختم ہوجاتی ہے، وہ خود کفیل ہوجاتا ہے اور معاشرے میں سر اٹھا کر چلنے کے لائق ہوجاتا ہے، تو وہی لوگ اس سے جلنے اور اس پر شکوک و شبہات کی انگلیاں اٹھانے لگتے ہیں اور سماج میں اس کی تصویر خراب کرنے لگتے ہیں، جو کبھی اس کی بھوک کی حالت میں اُسے کھانا کھلا چکے ہوتے ہیں اور بے لباسی کی صورت میں اسے لباس فراہم کر چکے ہوتے ہیں۔

یہ بات ہمیں، آپ کو اور ہر اہلِ ایمان کو یاد رکھنی چاہیے کہ 'محسود' کے ساتھ حاسد کی بدخواہی، اس کے زوال و تنزل کی خواہش، اس کی مصیبت و پریشانی پر مسرت و شادمانی اور اس کی خوش حالی و شادمانی پر کبیدہ خاطری منافقین کی خصلت ہے۔ حاسد کو 'محسود' سے قطعِ تعلق، ترکِ تعاون اور نفرت و بُعد اسلامی مزاج کے منافی اور اظہارِ محبت و اخوت کرتے ہوئے دل میں جلن، بغض اور کینہ رکھنا سراسر نفاق ہے۔ یہ عمل ایمان سے دُور کر دیتا ہے۔ 'محسود' کی غیبت، چغلی، اس پر کسی قسم کا اتہام، اس کی ہتکِ عزت یا اس کے کسی راز کا افشا اور اس کا استخفاف و استہزا یا اس کے حقوق سے بے نیازی غیر مومنانہ اور ناجائز رویہ ہے۔

انسانی زندگی پر حسد کے اثرات

حسد کے روحانی مرض میں مبتلا شخص گرچہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بہرہ ور افراد کی تصویر بگاڑنے کی کوشش کر کے اپنے نفس کی تسکین محسوس کرتا ہے اور بسااوقات 'محسود' کو وہ کچھ نقصان پہنچانے میں کامیاب بھی ہوجاتا ہے۔ تاہم، 'محسود' کا یہ نقصان یا کسی قسم کی تکلیف و پریشانی وقتی و عارضی ہوتی ہے۔ اس نقصان یا تکلیف و پریشانی کی تلافی اس کے صبر وتحمل اور ایمانی استقامت کے ذریعے سے بہت جلد ہوجاتی ہے، جب کہ حاسد کی زندگی ہمیشہ دکھ، درد، اضطراب اور بے چینی سے دوچار رہتی ہے۔ اس کے حالات وکیفیات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ فرحت وانبساط، مسرت وشادمانی اور بشاشت وتازگی کی دولت سے محروم ہو چکا ہے۔ بعض حکما نے حسد کو جسمانی مرض بھی بتایا ہے۔ الحسدداء الجسد (حسد جسم کی بیماری ہے) کا عربی مقولہ بہت مشہور ہے۔ حاسد کا وقار گر جانا، لوگوں کا اس سے منحرف ومتنفر ہوجانا اور اس کو مشکوک ومشتبہ نگاہوں سے دیکھنا حسد کے لازمی اثرات میں سے ہے۔ یہ اثرات حسد کرنے والے کی زندگی پر کسی نہ کسی درجے میں مرتب ہوکر رہتے ہیں۔ وہ کبھی باعزت وسرخ رو نہیں ہوسکتا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

شَرُّ النَّاسِ مَنْ يُبْغِضُ النَّاسَ وَيُبْغِضُوْنَهٗ ،سب سے برا وہ شخص ہے، جو لوگوں سے بغض وکینہ رکھے اور اس کی وجہ سے لوگ اس سے بغض وکینہ رکھیں۔ (المعجم الکبیر، الطبرانی حدیث: ۱۰۵۸۲)

اُخروی زندگی پر حسد کے اثرات

اب تک کی کسی قدر تفصیلی گفتگو سے یہ بات واضح اور منکشف ہوجاتی ہے کہ حسد ایک انتہائی قبیح، رذیل اور ذلیل خصلت ہے۔ اس کے اندر بے شمار دینی، اعتقادی، سماجی، معاشرتی، روحانی اور جسمانی مفاسد ہیں اور اس کا اُخروی انجام نہایت خطرناک اور تباہ کن ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ (ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی الحسد، حدیث ۴۲۷۸) تم اپنے آپ کو حسد

سے بچاؤ، اس لیے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح جلا دیتا ہے، جس طرح کہ آگ لکڑی جلا دیتی ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی شب و روز کی زندگی کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ یہ بیماری ہمارے اندر سرایت کر کے ہمارے خرمنِ دین و ایمان کو جلا کر راکھ کر رہی ہو، تاکہ ہم جو کچھ چھوٹی بڑی نیکیاں کر رہے ہیں اور جو ہم سے تھوڑے بہت کارِ خیر انجام پا رہے ہیں، وہ ہمارے لیے اُخروی فلاح و کامیابی اور حصولِ جنت کا وسیلہ بن سکیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے طریق سے ایک حدیث بیان کی ہے: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابیِ رسولؐ کے سلسلے میں جنت کی بشارت سنائی۔ صحابہ نے اُن صحابی کے اعمال کا بہ غور مطالعہ و مشاہدہ کیا تو اُنھیں اعمال کے اعتبار سے کسی اعلیٰ و بلند مقام پر نہیں پایا۔ اُن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی بشارت کی وجہ پوچھی تو انھوں نے بتایا کہ میرے حق میں جنت کی بشارت کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں نے آج تک کسی بھی مسلمان سے بغض و حسد کا معاملہ نہیں کیا''۔(مسند احمد، ج ۳،ص ۱۶۶)

حسد کا علاج

حسد کا علاج کسی دوا دارو، جھاڑ پھونک یا شیخ و مرشد کی توجہ سے ممکن نہیں، بل کہ یہ علم و عمل دونوں کا متقاضی ہے۔ اس کے بغیر حسد کا علاج نہیں ہوسکتا۔ یہ بات ہم سب پر واضح رہنی چاہیے کہ حسد سے 'محسود' کا نہ کوئی دنیوی نقصان ہوتا ہے اور نہ اُخروی، بل کہ اخروی طور پر اس کے لیے یہ مفید اور باعث اجر و ثواب ہے۔ اس لیے کہ حاسد غیبت، چغلی اور لگائی بجھائی کے ذریعے سے 'محسود' کی آخرت کے لیے ہدیہ و توشہ فراہم کرتا ہے۔ میں نے کبھی کہا تھا:

مری ذات ہی اس کا موضوع تھی
وہ میرے گناہوں کو دھوتا رہا

اِس شعر میں اس فرمانِ رسولؐ کی ترجمانی کی گئی ہے، جس میں حاسد کو 'محسود' کے گناہوں کا

دھوبی کہا گیا ہے۔ جب کوئی کسی کی غیبت کرتا ہے یا اس کی شبیہ بگاڑنے کا کام کرتا ہے تو گویا وہ اس کے گناہوں اور خرابیوں کا صفایا کرتا ہے۔

حسد کی تباہ کاریوں سے بچنے کا بہترین علاج یہی ہے کہ جس سے ہمیں کسی قسم کی تکلیف پہنچی ہو یا جسے ہم کسی وجہ سے ناپسند کرتے ہوں اور اس کی فلاح و کامیابی ہمیں ایک آنکھ نہ بھاتی ہو، ہم اپنے آپ کو اس سے راضی کریں۔ اس کی ترقیِ درجات سے خوش ہونے کی عادت ڈالیں۔ اس کی عزت وشہرت سے تنگی وکوفت محسوس کرنے کی بہ جائے دل سے مسرت وشادمانی کا اظہار کریں۔ اگر ممکن ہو تو اس کی عزت وشہرت میں کچھ نہ کچھ اضافے کی کوشش کریں۔ جس محفل ومجلس میں اس کا تذکرہ ہو رہا ہو، اس میں خوش اسلوبی سے حصہ لیں اور اس کی اچھائیاں بیان کریں۔ حسب موقع اس کی دعوت کریں اور تحائف وہدایا کا اہتمام کریں اور اس کے دکھ درد اور خوشی ومسرت میں شریک ہوں۔ یہ علاج ہے تو تلخ مگر اس میں نہایت مؤثر ومفید شفا پوشیدہ ہے۔ اگر یہ طریقۂ علاج ہم نے اختیار کر لیا تو اس میں ہمارے لیے غیر معمولی سکون وراحت کا سامان ہے۔